

رسائل وسائل

طواف اور سعی کے لیے وضو کی شرط

سوال: کیا طواف کعبہ اور سعی میں الصفا والمرودہ کے لیے وضو ضروری ہے؟ اگر ہاں تو جس شخص کا وضواس دوران ٹوٹ جائے وہ کیا کرے؟ کیا وضو کے بعد طواف یا سعی کو وہ ازسر نہ دہراتے گا یا جتنا کرچکا ہے اس کے آگے مکمل کرے گا؟

جواب: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الطَّوَافُ تَوْلَهُ الْبَيْتَ مَثْلُ الْحَلَةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَنْكَلِمُونَ فَإِذَا مَرْأَتِي،

کتاب الحج، باب ماجاء فی الكلام فی الطواف، ۹۶۰، دار مرمی: ۲۲۲

ابن خزیمہ: ۲۷۳۹) خانہ کعبہ کے گرد طواف نماز کی طرح ہے۔ سوائے اس کے کہ

اس میں بات چیت کی اجازت ہے۔

أم المؤمنين حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا۔ (بخاری، کتاب الحج، باب الطواف علی الوضوء: ۱۶۳۲، ۱۶۳۱؛ مسلم: ۱۲۳۵)

جیتے الوداع کے دوران حضرت عائشہؓ کو جیس آگیا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اب کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا:

إِفْعَلُوا مَا يَفْعَلُ الْكَاظِمُ غَيْرَ أَنَّ لَا تَطْلُوفُوا بِالْبَيْتِ حَتَّى تَطْلُبُوهُ

(بخاری: ۱۶۵۰، مسلم: ۱۲۱۱) ہر وہ کام کرو جو حاجی کرتا ہے۔ بس بیت اللہ کا طواف نہ کرو، جب تک پاک نہ ہو جاؤ۔

مذکورہ احادیث کی بنا پر انہمہ وفقہا طواف کے لیے وضو کو ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن اس کے حکم کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔ مالکیہ، شافعی اور حنابلہ وضو کو طواف کے

لیے شرط قرار دیتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک بغیر وضو کے طواف نہیں ہوگا۔ احناف کے نزدیک طواف کے لیے وضو واجب ہے، یعنی اگر کوئی شخص بغیر وضو کے طواف کر لے تو اس کا طواف تو ہو جائے گا، لیکن واجب چھوٹ جانے کی وجہ سے یا تو وہ باوضو ہو کر طواف دہرائے گا یا بے طور کفارہ ایک جانور قربان کرے۔

اگر دوران طواف کسی شخص کا وضو ٹوٹ جائے تو احناف اور شافعی کے نزدیک وہ جا کر وضو کرے اور جتنے چکر باقی رہ گئے ہیں انھیں پورا کر لے۔ از سنو طواف کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ امام مالک[ؓ] سے اس سلسلے میں دونوں طرح کے اقوال مروی ہیں۔ حنابلہ کے نزدیک اگر اس نے جان بوجھ کر وضو توڑا ہے تو دوبارہ وضو کر کے از سنو طواف کرے اور اگر بے اختیار وضو ٹوٹ گیا ہے تو اس سلسلے میں دونوں طرح کے اقوال ہیں۔

کوئی شخص، چاہے حج کرے یا عمرہ، اسے طواف کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ طواف کے ساتھ سعی بھی باوضو ہو کر کرنا چاہیے، لیکن اوپر مذکور حدیث میں صرف طواف کے ٹھمن میں پا کی کی صراحت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر طہارت کے سعی کی جاسکتی ہے (دیکھیے: الموسوعة الفقیہیہ، کویت: ۲۷-۱۳۰۰/۱۳۲-۱۳۲)۔

(ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی)

مرض سے شفایابی پر قربانی

س: ایک سوال کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ عام حالات میں حلال جانوروں کو ذبح کر کے ان کا گوشت کھایا جاسکتا ہے اور بے طور صدقہ اسے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پھر اس سے یہ اتنابت کیا ہے کہ کسی مناسبت سے، مثلاً مرض سے شفایابی پر جانور ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

جانور ذبح کر کے اسے کھانے یا ذبح شدہ جانور کے گوشت کو بطور صدقہ تقسیم کرنے میں کوئی کلام نہیں، البتہ سوال یہ ہے کہ کسی مناسبت سے جانور کو بطور تقرب یا بغرض ثواب ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ جیسا کہ یہ عام روانج بتا جا رہا ہے کہ کوئی شخص کسی جان لیوا حادث سے نج گیا تو اس کے بعد تقرب کی نیت سے وہ جانور ذبح کرتا ہے اور

خون بہانے کو کارثوں کا بدلہ قرار دیتا ہے۔
جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ بغرضِ ثواب جانور ذبح کرنا صرف دو موقعوں پر ثابت ہے۔ ایک عیدِ قرباں میں، دوسرا عقیقہ میں۔ الٰٰ یہ کہ دیگر اعمال صالح کی طرح کوئی شخص جانور ذبح کرنے کی نذر مان لے تو بحیثیت نذر درست ہے، کیونکہ کسی بھی عمل صالح کو بیشکل نذر اپنے ذمے لازم کرنا اور اسے ادا کرنا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور موقع پر بطور تقرب جانور ذبح کرنا ثابت نہیں ہے اور تعبدی امور میں قیاس درست نہیں۔

ج: حلال جانوروں کا گوشت کھانا اور کھلانا عام حالات میں، بغیر کسی مناسبت کے، جائز ہے۔ اسی طرح کسی مناسبت سے بھی اس کا جواز ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی مرض سے شفا پا جائے تو بطور شکرانہ وہ جانور ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر سکتا ہے۔ فقہاء کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد فتاویٰ موجود ہیں۔

شیخ محمد صالح المخدج عالم اسلام کے مشہور فقیہ اور مفتی ہیں۔ انٹرنیٹ پر Islamqa کے نام سے موجود سائٹ پر ان کے قاتوی موجود ہیں۔ فوئی نمبر ۵۴۹۱۰۷ کے مطابق ایک شخص نے یہ سوال کیا تھا: میرا پچاڑ ادیک حادثے میں زخمی ہو گیا ہے اور داکٹروں کے مطابق اس کے بچنے کی ۵۵% صد امید ہے۔ ہمیں کسی نے نصیحت کی کہ ایک بکری اللہ کے لیے ذبح کر دو، تو کیا ہمارے لیے ایسا کرنا جائز ہو گا؟

اس کا انہوں نے یہ جواب دیا: ”اگر اللہ کے لیے ذبح کرنے کے بعد اس گوشت کے کچھ حصے کو فقرہ اور مساکین میں تقسیم کرنا منقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مردی ہے کہ آپ نے فرمایا: ﴿كَأُولُواَ مَرْضَاكُمْ بِالْكَعْقَبَ﴾ (فقط پنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو)۔ ابو داؤد نے اسے مراہل میں ذکر کیا ہے اور طبرانی اور تیقین وغیرہ نے اسے متعدد صحابہ کرام سے روایت کیا ہے۔ اس کی تمام تر اسانید ضعیف ہیں، جب کہ البانی نے اسے ترمذی (۷۲۳) میں حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔ آگے انہوں نے دوفتوہی بھی نقل کیے ہیں۔

دائیکیمیٹرے فتویٰ کے علماء کرام سے یوچھا گیا کہ حدیث: ﴿كَأُولُواَ مَرْضَاكُمْ بِالْكَعْقَبَ﴾

(اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو) کا مطلب سمجھا دیں، جسے بیہقی نے السنن الکبریٰ (۳۸۲/۳) میں بیان کیا ہے، لیکن اکثر محدثین کرام مریض کا علاج جانور کو ذبح کرنے کے حوالے سے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں، تو کیا مریض سے مصیبت تالنے کے لیے ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس سوال کا انھوں نے یہ جواب دیا: ”ذکورہ حدیث درست نہیں ہے، لیکن مریض کی جانب سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے اور شفایاں کی امید رکھتے ہوئے صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ صدقے کی فضیلت میں بہت سے دلائل موجود ہیں اور صدقے سے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور بری موت سے انسان دور ہو جاتا ہے۔“ (فتاویٰ اللجنة المدائمة ۳۳۱/۲۲)

شیخ ابن جبرین^ر کہتے ہیں: ”صدقہ مفید اور سودمند علاج ہے۔ اس کے باعث بیماریوں سے شفایت ہے اور مرض کی شدت میں کمی بھی واقع ہوتی ہے۔ اس بات کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ ”صدقہ گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بچا دیتا ہے“ سے ہوتی ہے۔ اسے احمد (۳۹۹/۳) نے روایت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ مرض گناہوں کی وجہ سے سزا کے طور پر لوگوں کو لاحق ہو جاتے ہوں، تو جیسے ہی مریض کے وہنا اس کی جانب سے صدقہ کریں تو اس کے باعث اس کا گناہ دھل جاتا ہے اور بیماری جاتی رہتی ہے، یا پھر صدقہ کرنے کی وجہ سے نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، جس سے دل کو سکون اور راحت حاصل ہوتی ہے اور اس سے مرض کی شدت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ (الفتاویٰ الشرعیة فی المسائل الطیبۃ، جلد ۲، سوال نمبر ۱۵)

آخر میں شیخ المنجد نے لکھا ہے: ”چنانچہ اللہ کے لیے ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس قربانی کا مقصد مریض کی جانب سے شفا کی امید کرتے ہوئے صدقہ کرنا ہے، جس سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شفادے گا۔“

ہندستان کے مشہور فقیہ اور مفتی مولانا خالد سیف اللہ رحمانی سے دریافت کیا گیا: اگر کوئی شخص بیمار پڑا تو اس کے گھروالے اس کے اچھے ہونے کے بعد جان کی زکوٰۃ میں بکرا ذبح کرتے ہیں۔ یہ گوشت گھروالے کھاسکتے ہیں یا نہیں؟

انھوں نے جواب دیا: ”اگر صحت مند ہونے سے پہلے نذر مانی ہو کہ صحت حاصل ہونے پر میں بکرا ذبح کروں گا تو یہ نذر کی قربانی ہے۔ یہ ان لوگوں کو کھلایا جاسکتا ہے جن کو نذر ماننے والا

زکوٰۃ دے سکتا ہو۔ اور اگر پہلے سے نذر نہیں مانی تھی، بلکہ صحت مند ہونے کے بعد اظہار مسرت کے لیے قربانی کی تو یہ شکرانہ کی قربانی ہے۔ اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے اہل تعلق کو بھی کھلایا جاسکتا ہے۔ (کتاب الفتاویٰ، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ۲۰۰۵ء، فتویٰ نمبر ۱۳۰۶)

پاکستان کی مشہور درس گاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی کے مفتی مولانا محمد انعام الحق قاسمی نے لکھا ہے: ”مریض کی صحت کی نیت سے خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کوئی جانور ذبح کرنا جائز ہے، البتہ زندہ جانور کا صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔“ (قربانی کے مسائل کا انسائی کلو پیڈیا، بیت العمار کراچی، ص ۹۶)

خلاصہ یہ کہ کوئی شخص کسی جان لیوا حادثے سے نج جائے یا کسی موزی مرض سے شفا پاجائے تو اس کے بعد اس کا کسی جانور کا خون بہانے کو کارثواب سمجھنا اور اسے جان کی حفاظت کا بدله قرار دینا تو غلط ہے، لیکن بطور شکرانہ زندہ جانور کو صدقہ کرنا یا اس سے ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کرنا دونوں صورتیں درست ہیں۔ (ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی)
